درس ۱۷

جہاد و قتال فی سبیل اللہ کے موضوع پر
قرآن حکیم کی جامع ترین سورۃ

سُورۃ الصَّف

(۲)

چند تمہیدی مباحث

سورۃ الصّف اور سورۃ الجُمعہ کا براہِ راست مطالعہ کرنے سے قبل قرآن حکیم کی سورتوں کے بارے میں تعارفی و تمہیدی نوعیت کی دو مزید باتوں کی جانب توجّہ کرنا مفید رہے گا۔ اجمالاً ان امور کی جانب اشارات پچھلے اسباق میں بھی کئے جا چکے ہیں۔ ایک یہ کہ جس طرح ہر گروپ کا ایک مرکزی مضمون ہوتا ہے اسی طرح قرآن حکیم کی ہر سورۃ کا ایک عمود یا Axis ہوتا ہے' جسے ایک ایسے دھاگے سے مشابہ قرار دیا جا سکتا ہے جس میں موتی پروئے گئے ہوں اور ان موتیوں کو ہار کی شکل دی گئی ہو۔

قرآن حکیم کی ہر آیت اپنی جگہ علم و حکمت کا ایک حسین موتی ہے۔ لیکن جب اسے ایک سلسلۂ کلام کی لڑی میں پرو دیا جاتا ہے' ایک مرکزی مضمون کے ساتھ اس کا ربط قائم ہوتا ہے تو اس کے حسن میں ایک نئی شان پیدا ہوتی ہے اور اس ربط باہم سے علم و حکمت کے نئے نئے پہلو آشکارا ہوتے ہیں۔ اس اعتبار سے قرآن حکیم کی ہر سورۃ پر غور کرنے کے لئے اس سورۃ کے مرکزی مضمون اور عمود کا تعیّن ضروری ہے۔ پھر ہر آیت پر اپنی

جگہ غور کرنے کے بعد اس مرکزی مضمون کے ساتھ ان آیات کے ربط کو تلاش کرنا تدبّرِ قرآن کے نقطۂ نگاہ سے نہایت اہم ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ قرآن حکیم کی اکثر سورتیں جوڑوں کی شکل میں ہیں۔ قرآن حکیم میں یہ اسلوب نظر آتا ہے کہ کسی ایک مضمون کو جس کے دو رُخ یا دو پہلو ہوں، کسی ایک ہی سورۃ میں بیان کرنے کی بجائے بالعموم دو سورتوں میں منقسم کر دیا جاتا ہے اور وہ دو سورتیں گویا ایک جوڑے (Pair) کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ اس مضمون کے ایک پہلو پر گفتگو اس جوڑے میں شامل ایک سورۃ میں اور دوسری پر بحث دوسری سورۃ میں ہوتی ہے۔ اور جیسے کہ محاورتاً کہا جاتا ہے کہ ہر تصویر کے دو رُخ ہوتے ہیں اور ان کے اجتماع سے تصویر مکمل ہوتی ہے، اسی طرح دونوں سورتیں مل کر ایک مضمون کی تکمیل کرتی ہیں۔

اس کی ایک نمایاں مثال "معوّذتَین" کی ہے جو قرآن حکیم کی آخری دو سورتیں ہیں۔ ان کا مضمون ایک ہی ہے یعنی "تعوّذ"۔ ان چیزوں کو کہ جن سے اللہ کی پناہ طلب کرنے کی تلقین کی گئی ہے، دو حصّوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ایک وہ آفات ہیں جو انسان پر خارج سے حملہ آور ہوتی ہیں اور بعض وہ ہیں جو انسان کے اپنے باطن سے ابھرتی ہیں۔ پہلی قسم کی آفات سے سورۃ الفلق میں اللہ کی پناہ حاصل کرنے کا ذکر ہے اور دوسری نوع کی آفات سے سورۃ الناس میں۔ اس طرح سے "معوّذتَین" کی شکل میں قرآن حکیم کی سورتوں کا ایک حسین و جمیل جوڑا وجود میں آگیا۔

اسی طرح کا معاملہ سورۃ المزّمّل اور سورۃ المدّثّر کا ہے۔ ان دونوں سورتوں کے ناموں میں بھی لفظی مشابہت موجود ہے اور مضامین کے اعتبار سے بھی گہری مماثلت نظر آتی ہے۔ ایک میں نبی اکرم ﷺ کو قیام اللّیل کی شکل میں ذاتی ریاضت کا حکم دیا جا رہا ہے : ﴿ یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ ○ قُمِ الَّیْلَ اِلاَّ قَلِیْلاً ○ ﴾ یہ آپ کی ذاتی تربیت کے لئے ضروری ہے۔ اس لئے کہ : ﴿ اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلاً ثَقِیْلاً ○ ﴾ "ہم آپ پر بڑی بھاری بات ڈالنے والے ہیں"۔ اس کے لئے آپ ﷺ کو ذاتی تربیت کے اس مرحلے سے گزرنا ہو گا۔ اور دوسری سورۃ میں اس مشن کے لئے کھڑے ہونے کا ذکر ہے کہ جس کے لئے آپ

کو بھیجا گیا تھا اور جس کے لئے یہ ساری تیاری درکار تھی۔ فرمایا گیا : ﴿ یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ○ قُمْ فَاَنْذِرْ○ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ○ ﴾ کہ اب اپنے mission کی تکمیل کے لئے کھڑے ہو جایئے' اپنی جِدّوجُہد کا آغاز کیجئے' اور اللہ کی کبریائی کا اعلان کیجئے! چنانچہ یہ دونوں سورتیں مل کر ایک حسین و جمیل جوڑے کی صورت اختیار کرتی ہیں۔

یہ دو مثالیں ان سورتوں سے متعلق تھیں جن کا باہم جوڑا ہونا بہت نمایاں ہے۔ ان کے علاوہ بھی بہت سی سورتیں ایسی ہیں جن کا باہم جوڑا ہونا بڑی آسانی سے سمجھ میں آتا ہے۔ مثلاً اٹھائیسویں پارے کے آخر میں دو سورتیں سورۃ التحریم اور سورۃ الطلاق ایک انتہائی خوبصورت جوڑے کی شکل میں ہیں۔ یہ دونوں سورتیں عائلی زندگی کے دو مختلف پہلوؤں اور ان سے متعلقہ مسائل سے بحث کرتی ہیں۔ ایک پہلو شوہر اور بیوی کے مابین عدم موافقت سے متعلق ہے جس کی انتہا طلاق ہے۔ اور دوسرے کا تعلق شوہر اور بیوی کے مابین محبّت و الفت سے ہے' جو اگرچہ مطلوب اور پسندیدہ ہے' لیکن اگر یہ معاملہ حدِ اعتدال سے تجاوز کر جائے اور ایک دوسرے کے جذبات کا لحاظ اس حد تک کیا جانے لگے کہ حدود اللہ ٹوٹنے لگیں تو یہ دوسری انتہا ہے۔ سورۃ الطّلاق میں ایک انتہا سے بحث ہوئی اور سورۃ التّحریم میں دوسری انتہا زیر بحث آئی۔

اسی طرح کا معاملہ سورۃ المنافقون اور سورۃ التّغابن کا ہے۔ یہ دونوں سورتیں ہمارے اس منتخب نصاب میں شامل ہیں۔ ایمانِ حقیقی اور اس کے ثمرات و مضمرات کے موضوع پر سورۃ التغابن قرآن حکیم کی جامع ترین سورۃ ہے۔ اگرچہ قانونی سطح پر ایمان کے مقابل کا لفظ "کفر" ہے' لیکن حقیقی اعتبار سے ایمان کے مقابل کا لفظ "نفاق" ہے۔ نفاق دراصل فقدانِ ایمان کی باطنی کیفیت کا نام ہے۔ چنانچہ مصحف میں سورۃ التغابن سے متصلاً قبل جڑی ہوئی سورۃ المنافقون موجود ہے جو نفاق کے موضوع پر قرآن حکیم کی جامع ترین سورۃ ہے۔ نفاق کے اسباب اور اس کے نقطۂ آغاز سے لے کر اس کے انجام اور اس کے علاج تک تمام اہم مباحث اس ایک چھوٹی سی سورۃ میں جمع ہیں۔ سورۃ التغابن اور سورۃ المنافقون دونوں کو مصحف میں یکجا کر دیا گیا اور اس طرح ایک مضمون کی تکمیل ہو گئی۔

بعثتِ نبویؐ کے دو اہم پہلو

باہم جوڑا ہونے کی یہ نسبت سورۃ الصّف اور سورۃ الجمعہ میں بھی بہت نمایاں ہے۔ بعثتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام کے دو رُخ چونکہ ان دو سورتوں میں زیر بحث آئے ہیں لہٰذا میرا احساس یہ ہے کہ ان پر غور و فکر کرنے والا ہر شخص اپنے باطن میں ان سورتوں کے ساتھ قلبی اور ذہنی مناسبت کی ایک عجیب اور نرالی کیفیت محسوس کرتا ہے۔ ایک سورت یعنی سورۃ الصّف کا مرکزی مضمون یہ ہے کہ حضور ﷺ کا مقصد بعثت کیا ہے! یہ موضوع اپنی جگہ نہایت اہم ہے' اس لئے کہ کسی بھی شخص کے کارنامۂ حیات کو assess کرنے (جانچنے) کے لئے ضروری ہے کہ پہلے یہ متعین کیا جائے کہ اس کا ہدف کیا تھا' وہ کیا کرنے چلا تھا اور اس کی منزلِ مقصود کون سی تھی۔ اس پہلو سے سیرتِ محمدیؐ کے مطالعے کے لئے واقعتاً یہ سورۂ مبارکہ اور بالخصوص اس کی مرکزی آیت انتہائی اہمیت کی حامل ہے' کہ یہ سمجھا جائے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا مقصدِ بعثت کیا تھا اور آپؐ کا فرضِ منصبی کیا تھا! یہ ہے مرکزی مضمون سورۃ الصّف کا۔ چنانچہ ہم دیکھیں گے کہ اس سورۂ مبارکہ میں تفصیل سے یہ مباحث آئے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے اس فرضِ منصبی کا تقاضا ہے کہ جو بھی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والے ہیں ان کا فرض ہے کہ وہ اس جِدّوجُہد میں رسولؐ کا ہاتھ بٹائیں' رسولؐ کے دست و بازو بنیں' ان کے مشن کی تکمیل میں اپنی جان اور مال' اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کو صرف کر دیں اور اگر ضرورت پڑے اور وقت آئے تو اس راہ میں اپنی جان بھی نچھاور کر دیں۔ یہ گویا ان کے ایمان کی صداقت کی دلیل ہوگی۔ اس پہلو سے واقعہ یہ ہے کہ اس سورۃ الصّف میں جہاد و قتال فی سبیل اللہ کا مضمون اپنی منطقی انتہا اور اپنے مرتبۂ کمال کو پہنچ گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس سورۂ مبارکہ کو منتخب نصاب کے اس چوتھے حصے میں رکھا گیا ہے جو "تواصی بالحق" کی تشریحات پر مشتمل ہے اور جس کا جامع عنوان ہے "جہاد فی سبیل اللہ"۔

ذہن میں رہے کہ اس منتخب نصاب میں جہاد کی بحث کا آغاز سورۃ الحجرات کی آیت ۱۴ سے ہوا تھا: ﴿ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ﴾ پھر آیت ۱۵ میں ایمانِ حقیقی کی تعریف (definition) ان الفاظ

میں آئی : ﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ جہاد فی سبیل اللہ کا ہدفِ اوّلین یا اس کی ابتدائی منزل کا ذکر سورۃ الحج کی آخری آیت کے حوالے سے ہمارے سامنے آ چکا ہے۔ یعنی دعوت و تبلیغ کا فریضہ ادا کرنا' لوگوں پر اتمامِ حجت کرنا یا بالفاظِ دیگر "شہادت علی النّاس" کا فریضہ ادا کرنا جہاد فی سبیل اللہ کا اوّلین ہدف ہے۔ اسی جہاد فی سبیل اللہ کی آخری منزل' اس کی غایتِ قصویٰ یا اس کا ہدفِ آخریں ہے اللہ کے دین کا غلبہ۔ اور یہ ہے وہ اہم مضمون جو اس سورۃ الصّف میں ہمارے سامنے آئے گا۔

بعثتِ نبویؐ کا دوسرا رُخ یہ ہے کہ وہ اساسی منہج عمل اور وہ بنیادی طریق کار کون سا تھا جس پر عمل پیرا ہو کر محمدؐ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اس فرضِ منصبی کو ادا کیا اور اپنے اس مشن کی تکمیل کی جس کا تعین سورۃ الصّف میں کیا گیا ہے۔ یہ ہے مرکزی مضمون سورۃ الجمعہ کا۔ اس پہلو سے سیرتِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مطالعے میں ان دونوں سورتوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ان دونوں سورتوں نے مل کر گویا ایک مضمون کی تکمیل کر دی کہ نبی اکرم ﷺ کا مقصدِ بعثت کیا تھا' اور اس کے لئے آپؐ کا اساسی طریق کار اور بنیادی منہج عمل کون سا تھا!

مقصد کا تعیّن اور صحیح منہج عمل کی تعیین

یہاں ایک بات کی جانب توجّہ دلانا غیر مفید نہ ہو گا جو بڑی بنیادی اہمیت کی حامل ہے۔ ہر اس شخص کو جو دین کے ضمن میں اپنی ذمہ داریوں کا کچھ بھی احساس و شعور رکھتا ہو اور اپنے ان فرائض کی ادائیگی پر کمربستہ ہو' اس حقیقت کو ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ دین کی سربلندی کی جدّ و جُہد میں یہ دونوں باتیں بہت اہم ہیں : (i) مقصد کا تعین اور (ii) اس مقصد کے حصول کے لئے صحیح راہ کا تعین۔ دونوں انتہائی ضروری ہیں۔ اگر مقصد کا تعین صحیح نہیں ہی' ہدف غلط معیّن ہو گیا ہے' یا بلا مقصد کسی ایک دائرے (circle) میں حرکت جاری ہے تو لاکھ محنت اور کوشش کے باوجود کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا' خواہ ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں لوگ گھروں سے نکلیں اور چالیس چالیس دن بلکہ اس سے بھی زیادہ

وقت دین کی محنت میں صرف کریں۔ اگر یہ ساری محنت بغیر ہدف کے ہو رہی ہے تو غلبۂ دین کی راہ میں کوئی مؤثر پیش رفت اس ذریعے سے نہیں ہو سکتی۔ منزل اور ہدف کا تعین بہت ضروری ہے ـــــ لیکن ہدف کے تعین کے ساتھ ہی اس طے شدہ منزلِ مقصود تک پہنچنے کے صحیح منہج عمل اور طریق کار کا تعین بھی از حد ضروری ہے۔ اس لئے کہ بسااوقات ایسا ہوتا ہے کہ منزل کے صحیح تعین کے باوجود انسان کسی غلط راستے پر پڑ جاتا ہے۔ صحیح منہج عمل اگر سامنے نہ ہو تو منزل تک پہنچنے کی جلدی میں بعض اوقات انسان کسی راہِ قصیر(short-cut) کو آزمانے کی غلطی کر بیٹھتا ہے' لیکن پھر وہ short-cut کبھی ختم ہونے میں نہیں آتا۔ پھر تمام محنتوں' کوششوں اور قربانیوں کے باوجود منزل دور سے دور تر ہوتی چلی جاتی ہے۔ صحیح منہج عمل کو ترک کرنے کا یہ نتیجہ نکل کر رہتا ہے۔

یہ موٹی سی بات تو ہر شخص کے سمجھ لینے کی ہے کہ ہر مقصد اور ہر ہدف کے حصول کے لئے ہر طریق کار مفید نہیں ہوتا۔ ہر مقصد کے حصول کا اپنا ایک معیّن طریق کار ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص کہیں اشتراکی انقلاب برپا کرنے کا خواہش مند ہے تو اسے ایک خاص منہج عمل اختیار کرنا ہو گا۔ اسے اپنے معاشرے میں طبقاتی شعور پیدا کرنا ہو گا اور اس طبقاتی شعور کو اجاگر کر کے طبقاتی تصادم کو جنم دینا ہو گا۔ لیکن اگر کوئی نیک دل انسان تصادم کو ناپسند کرتا ہو اور اس سے گریز چاہتا ہو تو ظاہر بات ہے کہ وہ اشتراکی انقلاب کی راہ میں آگے نہیں بڑھ سکے گا۔ اس لئے کہ اس انقلاب کا راستہ اسی وادی میں سے ہو کر گزرتا ہے۔

اسی طرح یہ بات جان لیجئے کہ دین کی اقامت اور اس کا غلبہ نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے بنیادی مقاصد میں سے ہیں۔ یہ بات پوری وضاحت کی ساتھ سورۃ الصّف کی مرکزی آیت کے حوالے سے ہمارے سامنے آئے گی : ﴿ هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ﴾ اس میں اگر کسی کو اشتباہ ہے' اور نیک نیتی کے ساتھ اشتباہ ہے تو وہ اللہ کے ہاں تو عذر پیش کر سکے گا' لیکن واقعہ یہ ہے کہ پھر قرآن مجید اور اس کے فہم سے اسے کوئی حصہ حاصل نہیں!

دین کو دنیا میں ایک عملی اور ایک زندہ نظام کی حیثیت سے قائم اور برپا کرنا بعثتِ

محمدی کا بنیادی مقصد ہے۔ اسی کے لئے محنت' اسی کے لئے جِدّ و جُہد' اسی کے لئے کوشش' اسی کے لئے جینا' اسی کے لئے مرنا' اسی میں مال اور جان کا کھپانا بندۂ مؤمن کے ایمان کا لازمی تقاضا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ اس مقصد کی طرف پیش قدمی کا اپنا ایک طریق اور نہج معیّن ہے۔ اگر ہم یہ دیکھیں کہ دنیا میں بعض دوسری تحریکیں کسی اور طریقے پر عمل پیرا ہو کر کامیاب ہو گئیں' کوئی وقتی سا نعرہ کسی تحریک کے لئے مفید ثابت ہو گیا یا کسی نے کوئی short-cut اختیار کیا اور وہ لیلائے اقتدار سے ہمکنار ہو گیا' اور اس قسم کی چیزوں سے متأثر ہو کر ہم بھی ایسا ہی کوئی طریق کار غلبۂ دین کی جِدّ و جُہد میں اختیار کریں تو یہ بات ذہن میں رکھئے کہ تمام تر خلوص اور اخلاص کے باوجود کوئی مثبت نتیجہ نہیں نکل سکے گا ـــــ اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ محمدؐ رسول اللہ ﷺ کا اساسی منہج عمل وہ ہے جو سورۃ الجمعہ کی مرکزی آیت میں نہایت دوٹوک الفاظ میں بیان ہوا ہے : ﴿ هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَیُزَكِّیْهِمْ وَیُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ﴾

مقصدِ بعثت کا مضمون تین مرتبہ دہرایا گیا

یہاں یہ عجیب بات بھی نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ قرآن مجید میں وہ آیت جس میں حضور ﷺ کے مقصدِ بعثت کا بیان ہے' تین مرتبہ وارد ہوئی ہے۔ دو مرتبہ اس شان کے ساتھ آئی ہے کہ اس میں ایک شوشے کا بھی فرق نہیں ہے : ﴿ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۝ ﴾ یہی الفاظ سورۃ التوبہ کی آیت ۳۳ میں وارد ہوئے ہیں اور بعینہٖ انہی الفاظ میں یہ آیت سورۃ الصّف کے وسط میں وارد ہوئی ہے۔ اسی طرح سورۃ الفتح کے آخری رکوع میں آیت ۲۸ کا مرکزی حصہ بھی انہی الفاظ پر مشتمل ہے' یعنی : ﴿ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ ﴾ ـــــ یہاں تک الفاظ بالکل وہی ہیں جو سورۃ التوبہ اور سورۃ الصّف میں وارد ہوئے ہیں' البتہ آیت کے آخری حصے میں یہاں ﴿ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴾ کی بجائے ﴿ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ﴾ کے الفاظ لائے گئے ہیں۔

اساسی منہج عمل کا ذکر چار مقامات پر!

اب آیئے سورۃ الجمعہ کی مرکزی آیت کی طرف جو حضور نبی اکرم ﷺ کے بنیادی طریق کار یا بالفاظِ دیگر انقلابِ محمدیؐ کے اساسی منہاج کو معیّن کر رہی ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ سورۃ الصّف کی مرکزی آیت قرآن حکیم میں تین مرتبہ وارد ہوئی تھی تو یہ آیت ترتیب کے ذرا سے فرق کے ساتھ قرآن مجید میں چار مرتبہ آئی ہے۔ اولاً یہ آیت سورۃ البقرۃ کے پندرہویں رکوع میں وارد ہوئی ہے جہاں نقشہ کھینچا گیا ہے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کا جبکہ وہ خانہ کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے : ﴿ وَاِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَاِسْمٰعِيْلُ ﴾

اُس وقت جو دعائیں ان کی زبانوں پر تھیں ان میں ایک دعا تو یہ تھی کہ اے پروردگار! ہمیں اپنا فرمانبردار بنائے رکھ اور ہماری ذریت اور اولاد میں سے ایک اُمّتِ مُسلمہ برپا کیجیو! اور پھر ان کی آخری اور نہایت اہم دعا یہ نقل ہوئی کہ :

﴿ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ؕ ﴾ (البقرۃ : ۱۲۹)

"اے پروردگار! ان میں اپنا ایک رسول مبعوث کیجیو جو انہیں تیری آیات پڑھ کر سنائے، انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے!"

یہ ہے درحقیقت بعثتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام کے لئے ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کی دعاء۔ پھر تین رکوعوں کے بعد سورۃ البقرۃ ہی میں اٹھارہویں رکوع کے اختتام پر اعلان ہوتا ہے :

﴿ كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ .... ﴾ (البقرۃ : ۱۵۱)

"جیسا کہ ہم نے بھیج دیا ہے تمہارے اندر اپنا ایک رسول جو تمہیں ہماری آیات پڑھ کر سناتا ہے، تمہارا تزکیہ کرتا ہے اور تمہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے . . . "

اعلان کر دیا گیا کہ محمد ﷺ کی بعثت دراصل اُسی دعاءِ ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام کا ظہور ہے۔

سورۃ آل عمران میں اس مضمون کی پھر تکرار ہوئی ہے :

﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ ﴾ (آل عمران : ۱۶۴)

"اللہ کا احسان ہے اہل ایمان پر کہ اس نے ان میں اپنا ایک رسول مبعوث کیا انہی میں کا' جو انہیں اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے' ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔"

ان تین مقامات کے بعد اب چوتھی بار یہی مضمون یہاں سورۃ الجُمعہ کی دوسری آیت میں' جو اس سورۂ مبارکہ کی مرکزی آیت ہے' وارد ہوا ہے۔ اور اس طرح ان دونوں سورتوں کے باہم مجتمع ہونے سے وہ حسین و جمیل جوڑا وجود میں آیا جو ایک طرف بعثتِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مقصد کو معین کر رہا ہے اور دوسری طرف اس مقصد کے حصول کے لئے صحیح منہج عمل اور بنیادی طریق کار کو معیّن کر رہا ہے۔

اب ہم ان سورتوں کے مطالعے کا آغاز کریں گے اور اس کے لئے ہمیں اپنے سابقہ معمول سے قدرے مختلف طریق کار اختیار کرنا ہو گا۔ اس لئے کہ ان سورتوں کا درس اگر اس نہج پر ہو کہ پہلے ایک ایک آیت پر توجّہات کو مرتکز کیا جائے اور پھر ان میں شامل ایک ایک لفظ کی گہرائی میں اترنے کی کوشش کی جائے تو اندیشہ ہے کہ یہ معاملہ بہت طول اختیار کر جائے گا۔ ان دونوں سورتوں کے درس میں یہ طریق ملحوظ رہے گا کہ اوّلاً ہر سورۃ کی مرکزی آیت کو خوب اچھی طرح سمجھ لیا جائے تاکہ وہ اصل سرا یا ڈور ہاتھ میں آ جائے جس میں یہ موتی پروئے ہوئے ہیں۔ اس مرکزی آیت کو سمجھنے کے بعد پھر مختلف آیات کے ساتھ اس مرکزی مضمون کے ربط و تعلق کو سمجھنے کی کوشش کی جائے' تاکہ بحیثیتِ مجموعی سورۃ کا اصل مفہوم واضح ہو جائے۔ اسی طریقے سے سورۃ الصّف کا مطالعہ ہو گا اور اسی نہج پر ان شاءاللہ العزیز سورۃ الجمعہ کا مطالعہ ہو گا۔

نبی اکرم ﷺ کے مقصدِ بعثت کی دو شانیں

اس سے پہلے کہ ہم سورۃ الصّف کی مرکزی آیت پر غور شروع کریں' ایک بنیادی

حقیقت کی طرف توجّہ کرلینا مفید ہو گا۔ ہماری اس گفتگو میں بار بار نبی اکرم ﷺ کے مقصدِ بعثت کا حوالہ آیا ہے۔ تو یہ جان لینا چاہئے کہ نبی اکرم ﷺ کے مقصدِ بعثت کی دو شانیں ہیں۔ اس لئے کہ اگرچہ آپ بھی یقیناً دوسرے انبیاء کی طرح اللہ کے ایک نبی ہیں لیکن آپ صرف نبی نہیں بلکہ خاتم النبیین بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اسی طرح اگرچہ آپ کو بھی دیگر رسولوں کی طرح رسالت سے سرفراز کیا گیا ہے لیکن آپ صرف ایک رسول نہیں' آخر المرسلین بھی ہیں۔ گویا آپ کی بعثت کے مقاصد میں وہ تمام چیزیں بھی شامل ہیں جو تمام نبیوں اور رسولوں کے پیش نظر تھیں' اور اضافی طور پر آپ کے مقصد بعثت کی ایک خصوصی اور امتیازی شان ختمِ نبوت اور ختمِ رسالت کے حوالے سے ہے جس میں آپ تمام انبیاء و رُسل میں ممتاز ہیں۔

ختمِ نبوت اور ختمِ رسالت کے ایک پہلو سے تو ہم سب خوب اچھی طرح واقف ہیں' یعنی یہ کہ حضور ﷺ کے بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا' نہ کوئی صاحبِ شریعت نبی اور نہ کوئی بغیر شریعت نبی' نہ کوئی ظلی نبی اور نہ ہی کوئی بروزی نبی! آپ پر ہر نوع کی نبوت و رسالت ختم ہو گئی' لیکن ختم نبوت و رسالت کا دوسرا اور اہم تر پہلو یہ ہے کہ آپ پر نبوّت و رسالت کا محض اختتام ہی نہیں ہوا' اتمام بھی ہوا ہے' تکمیل بھی ہوئی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی بعثت کا یہ وہ امتیازی پہلو ہے جو بالعموم ہماری نگاہوں سے اوجھل رہتا ہے۔ حاصلِ کلام یہ کہ آپ کا بنیادی مقصدِ بعثت یقیناً وہی ہے جو تمام انبیاء اور تمام رسولوں کا تھا' لیکن آپ کے مقصدِ بعثت میں ایک تکمیلی اور اتمامی شان بھی ہے جس کی حیثیت ختمِ نبوت اور تکمیلِ رسالت کے عکس اور پرتو کی ہے اور اس میں کوئی دوسرا نبی اور رسولؑ آپ کے ساتھ شریک نہیں! سورۃ الصّف میں درحقیقت حضور ﷺ کے مقصدِ بعثت کے اسی پہلو کی طرف اشارہ ہے' اور اسی کے حوالے سے جہاد و قتال کا موضوع وہاں تفصیل سے زیرِ بحث آیا ہے۔

جہاں تک آپ ﷺ کے اس بنیادی مقصدِ بعثت کا تعلق ہے جو تمام انبیاء اور رسولوں کا مشترکہ مقصدِ بعثت رہا ہے' اس کے بارے میں یہاں کسی تفصیلی بحث کی ضرورت نہیں ہے۔ اس حوالے سے جو فرائضِ نبوّت دیگر انبیائے کرام علیہم السلام ادا کرتے

رہے وہی فرائض آپ ﷺ کو بھی تفویض ہوئے۔ قرآن حکیم میں کئی مقامات پر اس حقیقت کو بیان کیا گیا کہ :

﴿ وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلاَّ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ﴾ (الکھف : ۵۶)

"ہم رسولوں کو نہیں بھیجتے مگر مبشّر اور نذیر بنا کر۔"

بعثتِ انبیاء و رُسل کے ضمن میں یہ اللہ کا ایک عمومی قاعدہ ہے۔ چنانچہ یہی بات حضور ﷺ کے بارے میں بھی قرآن میں وارد ہوئی ہے :

﴿ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلاَّ مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۞ ﴾ (بنی اسراءیل : ۱۰۵)

"اور (اے نبی) ہم نے نہیں بھیجا آپؐ کو مگر بشیر اور نذیر بنا کر۔"

اسی طرح ہر نبی اپنی جگہ ہدایت و رہنمائی کا ایک روشن چراغ ہے' ہر نبی معلّم ہے' ہر نبی مربّی اور مزکّی ہے' ہر نبی داعی ہے' مبلّغ ہے اور مذکّر ہے۔ یہ ساری حیثیتیں جملہ انبیاءِ کرام میں مشترک ہیں۔ چنانچہ محمدؐ رسول اللہ ﷺ میں بھی یہ تمام حیثیتیں جمع ہیں۔ اگرچہ ان میں سے ہر حیثیت کے اعتبار سے بھی نبی اکرم ﷺ ایک امتیازی شان کے حامل ہیں ؏ "ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است!" تاہم یہ وہ مشترک اوصاف اور حیثیتیں ہیں جو تمام انبیاء و رُسل کو حاصل تھیں۔ سورۃ الاحزاب کی یہ مشہور آیت سب کو یاد ہے :

﴿ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۞ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۞ ﴾ (الاحزاب : ۴۵'۴۶)

"اے نبی! ہم نے آپؐ کو بھیجا ہے شاہد (گواہ) بنا کر' مبشّر بنا کر اور مُنذِر بنا کر (یعنی سیدھی راہ اختیار کرنے والوں کے لئے بشارت دینے والا بنا کر اور فکری و عملی کج روی اختیار کرنے والوں کے لئے خبردار کرنے والا بنا کر) اور اللہ کی طرف بلانے والا اس کے حکم سے اور ہدایت کا ایک روشن چراغ بنا کر۔"

یہ تمام حیثیتیں مشترک ہیں نبی اکرم ﷺ میں اور جملہ انبیاء و رُسل میں۔ جہاں تک اس بنیادی مقصدِ بعثت کا تعلق ہے اس کے ضمن میں قرآن حکیم کی سب سے جامع اصطلاح "شہادت علی النّاس" کی ہے۔ ہمارے اس منتخب نصاب میں سورۃ الحج کی آخری آیت کے درس میں "شہادت علی النّاس" کا موضوع تفصیل سے زیرِ بحث آیا تھا۔ اور وہیں یہ توجّہ

بھی دلائی گئی تھی کہ یہ مضمون ایک عکسی ترتیب کے ساتھ سورۃ البقرۃ میں بھی جوں کا توں موجود ہے : ﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ﴾

اس آیۂ مبارکہ کے حوالے سے یہ بات بڑی وضاحت سے ہمارے سامنے آئی تھی کہ ختمِ نبوت و رسالت کے بعد "شہادت علی النّاس" کی ذمّہ داری اب اُمّتِ مُسلمہ کے کاندھے پر آچکی ہے۔ اس کے لئے سعی و جُہد' اس کے لئے ایثار و قربانی' اس کے لئے اوقات اور صلاحیتیں کھپانا اور مال و جان کا لگانا' درحقیقت جہاد فی سبیل اللہ کی غایتِ اولیٰ ہے۔ یہ مقصدِ اوّلین ہے جہاد فی سبیل اللہ کا! ـــــ اور جہاں تک تعلق ہے محمدؐ رسول اللہ ﷺ کے مقصدِ بعثت کی امتیازی اور تکمیلی شان کا' اس کے اعتبار سے بھی ایک فرضِ منصبی اب تاقیامِ قیامت اُمّتِ مُسلمہ کے کاندھے پر ہے۔ محمدؐ رسول اللہ ﷺ کے مشن کی تکمیل اب ایک ذمہ داری کے طور پر منتقل ہو چکی ہے آپؐ کے ماننے والوں پر' جو اپنے آپ کو نبی اکرم ﷺ کی شفاعت کا حق دار سمجھتے اور آپؐ سے اپنی نسبت پر فخر کرتے ہیں۔ یقیناً آپؐ کی اُمّت میں سے ہونا مسلمانوں کے لئے موجبِ صد افتخار ہے' لیکن جہاں یہ بہت بڑی فضیلت کی بات ہے وہاں اتنی ہی بڑی ذمے داری کا معاملہ بھی اس سے وابستہ ہے ؏

"جن کے رتبے ہیں سوا ان کی سوا مشکل ہے!"

اس پہلو سے سورۃ الصّفّ کی بڑی اہمیت ہے کہ یہ سمجھا جائے کہ نبی اکرم ﷺ کے مقصدِ بعثت کی امتیازی شان کیا ہے اور اس کے ضمن میں کیا عملی ذمہ داریاں ہیں جو آپؐ کے ماننے والوں پر' آپؐ کی اُمّت پر عائد ہوتی ہیں!

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ!

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لئے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔